# عقائد نامہ اہل سنت وجماعت

یعنی

# کتاب الفقہ الاکبر مع وصیت نامہ امام اعظم

مترجم

مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ



معہد العلوم الاسلامیہ، جامعہ حسنین

بنگلور، ہند

# عقائد نامہ اہل سنت وجماعت

یعنی

## کتاب الفقہ الاکبر مع وصیت نامہ امام اعظم رضی اللہ عنہ

مترجم

مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

احیاء معھد العلوم الاسلامیہ، جامعہ حسنین

بنگلور، ہند

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

علم توحید تمام علوم اسلامیہ کی اصل اور سب میں اشرف وافضل ہے۔ علماء سلف نے اس علم میں کثیر کتب تصنیف فرمائیں جن میں عقائد اہل سنت کا بیان اور بد عقیدوں کا رد فرمایا۔ اسی سلسلہ میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کتاب الفقہ الاکبر تحریر فرمائی۔

اگرچہ بعض علماء نے اس کتاب کو امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تصنیف ہونے کی نفی کی ہے لیکن اکثر علماء کا قول یہی ہے کہ یہ آپ رضی اللہ عنہ کی ہی تصنیف ہے۔ محدث جلیل امام ملا علی قاری نے اس کتاب کی بہترین شرح فرمائی جو کتب خانوں میں عام تور پر دستیاب ہے۔

فاضل جلیل مترجم کتب کثیرہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃاللہ علیہ نے کتاب الفقہ الاکبر مع وصیت نامہ کا ترجمہ 1967 میں فرمایا اور ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم، لاہور نے اسے شائع کیا۔

اب احیاء معہد العلوم الاسلامیہ، بنگلور، ہند اسے ترتیب جدید کے ساتھ شائع کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ امام اعظم کے وسیلہ سے مترجم اور ناشرین کو جزائے خیر عطاء فرمائے: آمین۔

فقیر قادری
محمد کاشف الانصاری الرضوی
خادم درس وافتاء، احیاء معہد العلوم الاسلامیہ،
جامعہ حسنین، بنگلور، ہند

# کتاب الفقہ الاکبر

از

## امام اعظم رضی اللہ عنہ

**الحمدُ للّٰهِ والصلاةُ والسلامُ على رسولِ اللّٰهِ وعلى ءاله وصحبه.**

وبعد، قالَ الإمام أبو حنيفةَ رضيَ اللّٰهُ عنه في الفقه الأكبر:

**أصلُ التوحيدِ وما يصحُ الاعتقادُ عليهِ، يجبُ أنْ يقولَ: ءامنتُ باللّٰهِ، وملائِكتِهِ، وكتبِهِ، ورُسُلِهِ، والبعثِ بعدَ الموتِ والقدرِ خيرِهِ وشرِّهِ منَ اللّٰهِ تعالى، والحسابِ، والميزانِ، والجنةِ، والنارِ، وذلكَ حقٌّ كُلُّهُ.**

توحید کی بنیاد اور جس پر صحت اعتقاد کا وجوب ہے، یہ ہے کہ مسلمان کہے: میں ایمان لایا اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، روز قیامت، مرنے کے بعد اٹھنے، اللہ کی جانب سے تقدیر خیر و شر، حساب، میزان اور جنت ودوزخ پر، یہ سب امور حق ہیں۔

**واللّٰهُ تعالى واحدٌ لا مِنْ طريقِ العددِ، ولكنْ من طريقِ أنهُ لا شريكَ لهُ،قل هو اللّٰه احد،اللّٰه الصمد، لم يَلِدْ ولم يُولدْ، ولم يكنْ لهُ كفُوًا أحَد. لا يُشبِهُ شيئًا مِنَ الأشياءِ مِنْ خَلقِهِ، ولا يشبِهُهُ شيءٌ مِن خلقِهِ، لم يزلْ ولا يزالُ بأسمائِهِ وصفاتِهِ الذاتيةِ والفِعليّةِ.**

اور اللہ واحد (ایک) ہے، اس کا ایک ہونا گنتی کے اعتبار سے نہیں بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں۔ (اے نبی) تم فرماؤ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی، اور نہ وہ اپنی مخلوق کی کسی چیز سے مشابہ ہے، اور نہ مخلوق میں کوئی چیز اس کے مشابہ ہے، وہ اپنے اسماء اور اپنی صفات ذاتی و فعلی کے ساتھ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

**أما الذاتيةُ: فالحياةُ والقدرةُ والعلمُ والكلامُ والسمعُ والبصرُ والإرادةُ.**

اس کے صفات ذاتی، حیات یعنی ہمیشہ زندہ رہنا، اور قدرت یعنی ہر چیز پر قادر ہونا، اور علم یعنی ہر چیز کا جاننا، اور کلام اور سمع اور بصر اور ارادہ ہیں، یہ سب اس کی ذاتی صفتیں ہیں۔

**وأما الفعليةُ: فالتخليقُ والترزيقُ والإنشاءُ والإبداعُ والصنعُ، وغيرُ ذلكَ من صفاتِ الفعلِ. لم يزلْ ولا يزالُ بصفاتِهِ، وأسماؤُهُ صفةٌ لهُ، لم يحدُثْ لهُ صفةٌ ولا اسمٌ. لم يزلْ عالـمًـا بعلمِهِ، والعلمُ صفتُهُ في الأزلِ. قادرًا بقدرتِهِ، والقدرةُ صفةٌ لهُ في الأزَلِ. وخالِقًا بتخليقِهِ، والتخليقُ صفةٌ لهُ في الأزلِ. وفاعلاً بفعلِهِ، والفعلُ صفةٌ لهُ في الأزلِ، والفاعلُ هوَ اللهُ تعالى، والفعلُ صفتُهُ في الأزلِ، والمفعولُ مخلوقٌ، وفعلُ اللهِ تعالى غيرُ مخلوقٍ، وصفاتُهُ في الأزلِ غيرُ محدثةٍ ولا مخلوقةٍ، فمن قالَ إنها مخلوقةٌ أو محدثةٌ أو وقفَ أو شكَ فيها فهوَ كافرٌ باللهِ.**

اور صفات فعلی میں تخلیق یعنی پیدا کرنااور ترزیق، سب کو روزی دینا، اور انشاء اور ابداع اور صنع ہیں۔ (انشاء، ابداع، صنع سب کے معنی از سرنو پیدہ کرنے کے ہیں کہ اس کے مانند پہلے کوئی چیز نہ ہو)۔اس کے اور بھی صفات فعلی ہیں، وہ اپنے اسماء اور صفات کے ساتھ ہمیشہ سے ہےاور ہمیشہ رہےگا۔اس کا کوئی نام اور کوئی صفت نو ایجاد نہیں ہے، وہ اپنے علم سے ہمیشہ سے عالم ہے، علم اس کی ازلی صفت ہےاور وہ اپنی قدرت کے ساتھ قادر، اور اپنے فعل کے ساتھ فاعل ہے، اور فعل ازلی صفت ہے۔ اور فاعل

وہ اللہ ہی ہے۔ اور مفعول یعنی فاعل کا اثر مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ کا فعل غیر مخلوق ہے۔ اور اس کی صفتیں نہ تو نوایجاد ہیں اور نہ وہ مخلوق ہیں۔ لہٰذا جو یہ کہے کہ حق تعالیٰ کی صفتیں مخلوق یا محدث یعنی نعایجاد ہیں یا اس میں توقف یا شک کرے، وہ اللہ تعالیٰ کا منکر اور کافر ہے۔

**والقرءانُ كلامُ اللّٰهِ تعالى في المصاحِفِ مكتوبٌ، وفي القلوبِ محفوظٌ، وعلى الألسُنِ مقروءٌ، وعلى النبيِّ عليهِ الصلاةُ والسلامُ مُنــزَّلٌ، ولفظُنا بالقرءانِ مخلوقٌ، وكتابتُنا لهُ مخلوقةٌ، وقراءتُنا لهُ مخلوقةٌ، والقرءانُ غيرُ مخلوقٍ.**

اور قرآن کریم اللہ کا کلام ہے، جو مصاحف میں لکھا ہوا، سینوں میں محفوظ، زبانوں پہ پڑھا جاتا اور نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا ہے۔ ہمارے وہ الفاظ جن سے ہم قرآن کو ادا کرتے ہیں مخلوق ہیں، اور ہماری وہ تحریر جن سے ہم قرآن کی کتابت کرتے ہیں مخلوق ہیں۔اور ہماری وہ قرآت جن سے قرآن کی تلاوت کرتے ہیں مخلوق ہیں۔اور وہ قرآن کریم جو کلام الٰہی ہے وہ غیر مخلوق ہے۔

**وما ذكرَهُ اللّٰهُ في القرءانِ حكايةً عن موسى وغيرِهِ منَ الأنبياءِ، وعن فِرْعَوْنَ وإبليسَ، فإنَّ ذلك كلَّه كلامُ اللّٰهِ تعالى إخبارًا عنهم، وكلامُ اللّٰهِ تعالى غيرُ مخلوقٍ وكلامُ موسى وغيرِهِ منَ المخلوقينَ مخلوقٌ، والقرءانُ كلامُ اللّٰهِ تعالى فهوَ قديمٌ، لا كلامُهُم.**

اور قرآن کریم میں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام یا دیگر انبیاء علیہم السلام کی حکایتیں مذکور ہیں، اور جو فرعون وابلیس کے واقعات بیان کیے گئے ہیں، تو یہ تمام باتیں کلام

الٰہی ہیں جن کی خبریں حق تعالیٰ نے ان کی جانب سے دی ہیں۔ کلام الٰہی تو غیر مخلوق ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر تمام مخلوقات کا کلام مخلوق ہے۔ چونکہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو وہ قدیم ہے نہ کہ مخلوقات کا کلام۔

**وسمِعَ موسى كلامَ اللّٰهِ تعالى:{ وكلَّمَ اللّٰهُ موسى تكليمًا} وقدْ كانَ اللّٰهُ تعالى متكلمًا، ولم يكنْ كلمَ موسى، وقدْ كانَ اللّٰهُ تعالى خالقًا في الأزلِ { ليسَ كمثلِهِ شيءٌ وهوَ السميعُ البصيرُ} فلما كلمَ اللّٰهُ موسى، كلمَهُ بكلامِهِ الذي هوَ لهُ صفةٌ في الأزلِ، وصفاتُهُ كلُها بخلافِ صفاتِ المخلوقينَ، يعلمُ لا كعلمِنا، يَقْدِرُ لا كقدرَتِنا، يَرَى لا كرؤيَتِنا، يتكلمُ لا ككلامِنا، ويسمعُ لا كسمعِنا. نحنُ نتكلمُ بالآلاتِ والحروفِ، واللّٰهُ تعالى يتكلمُ بلا حروفٍ ولا آلةٍ. والحروفُ مخلوقةٌ، وكلامُ اللّٰهِ تعالى غيرُ مخلوقٍ،**

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے کلام کی سماعت فرمائی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **اور اللہ نے موسیٰ سے کلام فرمایا**۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ متکلم تھا، درانحالیکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ابھی بات بھی نہ کی تھی، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ازل میں خالق تھا۔**اور کوئی چیز اس کے مانند نہیں ہے، اور وہی سننے دیکھنے والا ہے**۔ پھر جب کہ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا، تو اس نے اسی کلام سے نوازا جو کہ کلام اس کی ازلی صفت تھی۔ اور یہی حال اس کی تمام صفتوں کا ہے۔برخلاف مخلوقات کی صفتوں کے کہ وہ حادث و مخلوق ہیں۔ حق تعالیٰ عالم و دانا ہے، لیکن ہمارا جیسا علم نہیں، وہ قدرت رکھتا ہے لیکن ہماری جیسی قدرت نہیں۔وہ دیکھتا ہے لیکن ہمارے جیسا

دیکھنا نہیں۔ وہ سنتا ہے مگر ہماری جیسی سماعت نہیں۔ وہ کلام فرماتا ہے لیکن ہماری جیسی باتیں نہیں۔ کیوں کہ ہم آلات یعنی زبان و مونھ وغیرہ اور حروف سے بات کرتے ہیں ، لیکن حق تعالیٰ بغیر آلات وحروف کے کلام فرماتا ہے، کیوں کہ تمام حروف مخلوق ہیں اور کلام ربانی غیر مخلوق ہے۔

**وهو شيءٌ لا كالأشياءِ، ومعنى الشيءِ إثباتُهُ بلا جسمٍ ولا جوهرٍ ولا عَرَضٍ، ولا حدَّ لهُ، ولا ضدَّ لهُ، ولا ندَّ له، ولا مِثلَ لهُ. ولهُ يدٌ ووجهٌ ونفسٌ كما ذكرَهُ اللّٰهُ تعالى في القرءانِ، فما ذكرَهُ اللّٰهُ تعالى في القرءانِ، منْ ذكرِ الوجهِ واليدِ والنفسِ فهو لهُ صفةٌ بلا كيفٍ،** ذات باری تعالیٰ شئی ہے ، لیکن اشیاء مخلوقہ کی مانند نہیں ، اور شئی کے معنی وجود کے ہیں ،اور اس کے وجود کے لئے نہ جسم وجوہر ہےاور نہ عرض اور نہ اس کے لئے حد ہے، اور نہ کوئی اس کا جھگڑالو، اور نہ اس کا کوئی شریک ہے۔ اور نہ اس کا کوئی ہم مثل ، اور اس کے لئے ید، وجہ اور نفس ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا۔ لہٰذا قرآن کریم میں جو ہاتھ ، چہرہ اور جان کا حق تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے، تو وہ اس کی بلا کیف صفتیں ہیں۔

**ولا يقالُ إنّ يدَهُ قدرتُهُ أو نعمتُهُ، لأنَّ فيهِ إبطالُ الصفةِ، وهوَ قولُ أهلِ القَدَرِ والإعتزالِ، ولكنْ يدُهُ صفتُهُ بلا كيفٍ، وغضبُهُ ورضاهُ صفتانِ من صفاتِهِ بلا كيفٍ.**

اور یہ نہ کہا جائے کہ اس کے ہاتھ سے اس کی قدرت یا اس کی نعمت مراد ہے، اس لئے کہ اس طرح کہنے میں صفت کا ابطال ہے۔ اور یہ کہنا قدریوں اور معتزلیوں کا ہے۔ لیکن

اس کا ہاتھ اس کی ایسی صفت بلا کیف ہے جس کی حقیقت سے ہم ناواقف ہیں۔اور غضب ورضائے الٰہی، اس کی بلا کیف دو صفتیں ہیں۔

**خلقَ اللّٰهُ تعالى الأشياءَ لا منْ شيءٍ. وكانَ اللّٰهُ تعالى عالـمًا في الأزَلِ بالأشياءِ قبلَ كونِـها، وهوَ الذي قدّرَ الأشياءَ وقضاها، ولا يكونُ في الدنيا ولا في الآخرةِ شيءٌ إلا بمشيئتِهِ وعلمِهِ وقضائِهِ وقدرِهِ وكتْبِهِ في اللوحِ المحفوظِ ولكنْ كتبُهُ بالوصفِ لا بالحكمِ.**

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا فرمایا اور یہ تخلیق کسی چیز سے نہیں ہے۔اور اللہ تعالیٰ ازل میں تمام چیزوں کی تخلیق سے قبل ان سب کا عالم تھا اور اسی کی ذات نے تمام چیزوں کو مقدر فرما کر ان میں اپنا حکم نافذ فرمایا۔ دنیاوآخرت میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس کی مشیت، اس کے علم، اس کے قضاء و قدر اور اس کے لوح محفوظ میں لکھنے سے باہر ہو، لیکن (لوح محفوظ میں) اس کا لکھنا وصف کے ساتھ ہے نہ کہ حکم کے ساتھ۔

**والقضاءُ والقدرُ والمشيئةُ صفاتُهُ في الأزلِ بلا كيفٍ، يعلمُ اللّٰهُ تعالى المعدومَ في حالِ عدمِهِ معدومًا، ويعلمُ أنهُ كيفَ يكونُ إذا أوجدَهُ، ويعلمُ اللّٰهُ تعالى الموجودَ في حالِ وجودِهِ موجودًا، ويعلمُ أنهُ كيفَ يكونُ فناؤُهُ، ويعلمُ اللّٰهُ تعالى القائمَ في حالِ قيامِهِ قائمًا، وإذا قَعَدَ عَلِمَهُ قاعدًا في حالِ قعودِهِ منْ غيرِ أنْ يتغيرَ علمُهُ، أو يحدُثَ لهُ علمٌ، ولكنّ التغيُّرُ واختلافَ الأحوالِ يحدثُ في المخلوقينَ.**

اور قضاء وقدر اور مشیت ارادہ بلا کیف اس کی ازلی صفتیں ہیں۔اور اللہ تعالیٰ ناپید کو اس کے ناپید ہونے کی حالت میں جانتا ہے، اور وہ جانتا ہے کہ وہ کیسے پیدا ہو گی جب کہ وہ پیدا کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ہر موجود کو جانتا ہے جب کہ وہ اپنے وجود کے ساتھ موجود ہو،اور جانتا ہے کہ وہ کیوں کر فنا ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ ہر قایم کو اس کے قیام کی حالت میں جانتا ہے، پھر جب وہ بیٹھے تو اس کی قعود کی حالت میں جانتا ہے، بغیر اس بات کے کہ اس کا علم متغیر ہو، یا نیا علم حادث اسے حاصل ہو، کیوں کہ تغیر و اختلاف مخلوقات میں حادث ہوتا ہے۔

**خلقَ الخَلْقَ سليمًا منَ الكفرِ والإيمانِ، ثمَّ خاطبَهُم وأمرهُم ونهاهُم، فكفرَ منْ كفَرَ بفعلِهِ وإنكارِهِ وجحودِهِ الحقَّ بخذلانِ اللهِ تعالى إياهُ، وءامنَ منْ ءامنَ بفعلِهِ وإقرارِهِ وتصديقِهِ بتوفيقِ اللهِ تعالى إياهُ ونصرتِهِ لهُ.**

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو کفر و ایمان سے خالی پیدا کیا، پھر ان کو خطاب کیا اور انہیں حکم دیا اور ممانعت فرمائی۔ تو کافر اپنے اختیار و انکار اور حق سے سر کشی کی بناء پر کافر ہوا، یہ کفر اللہ تعالیٰ کا اس کو چھوڑ دینے کے سبب سے ہے، اور مومن و مسلم اپنے اختیار و اقرار اور حق کی تصدیق کی بناء پر ایمان دار ہوا۔ یہ ایمان اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کے لئے اس کی نصرت کی وجہ سے ہے۔

**أخرجَ ذريةَ ءادمَ عليهِ السلامُ من صُلبِهِ على صُوَرِ الذَّرِ، فجعَلَ لهم عقلاً. فخاطبَهُم وأمرَهُم بالإيمانِ ونهاهُم عن الكفرِ فقالَ:{ألستُ بربِكُمْ}؟ فأقروا لهُ بالربوبيةِ فكانَ ذلكَ منهُم إيمانًا، فهُم يولدونَ على تلكَ الفطرةِ، ومنْ كفرَ**

**بعدَ ذلكَ فقدْ بدّلَ وغيّرَ، ومَنْ ءامنَ وصدّقَ فقدْ ثبتَ عليهِ وداومَ. ولم يُجبِرْ أحدًا من خلقِهِ على الكفرِ ولا على الإيمانِ. ولا خلقَهُم مؤمنًا ولا كافرًا، ولكنْ خلقَهُم أشخاصًا،**

اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو ان کے صلب سے ذرات کی صورت میں نکال کر صاحب عقل بنایا، پھر خطاب فرما کر انہیں ایمان کا حکم دیااور کفر سے منع فرمایا، تو ان سب نے ربوبیت کا اقرار کیا، بنابریں اولاد آدم میں سے کچھ ایمان دار ہوئے، پھر وہ اسی فطرت ایمانی پر پیدا ہوتے رہے۔ اس کے بعد جنہوں نے کفر کیا، تو انہوں نے فطرت ایمانی میں تغیر و تبدل کیا اور جو ایمان لایااور تصدیق کی، تو اس نے مداومت اور ثبات قدمی کا ثبوت دیا، اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہ کفر پر جبر کرتا ہے نہ ایمان پر، اور کسی آدمی کو خلقۃً نہ مومن پیدا کیا نہ کافر۔ لیکن ان کو خالص آدمی پیدا کیا۔

**والإيمانُ والكفرُ فعلُ العبادِ، يعلمُ اللهُ تعالى مَنْ يكفرُ في حالِ كفرِهِ كافرًا فإذا ءامنَ بعدَ ذلكَ علمَهُ مؤمنًا في حالِ إيمانِهِ، من غيرِ أنْ يتغيرَ علمُهُ وصفتُهُ. وجميعُ أفعالِ العبادِ منَ الحركةِ والسكونِ كسبُهُم على الحقيقةِ، واللهُ تعالى خالقُها، وهيَ كلُّها بمشيئتِهِ وعلمِهِ وقضائِهِ وقَدَرِهِ. والطاعاتُ كلُّها ما كانتْ واجبةً بأمرِ اللهِ تعالى وبمحبتهِ وبِرِضائهِ وعلمِهِ ومشيئتِهِ وقضائِهِ وتقديرِهِ، والمعاصي كلُّها بعلمِهِ وقضائِهِ وتقديرِهِ ومشيئتِهِ لا بمحبتِهِ ولا برضائِهِ ولا بأمرِهِ.**

ایمان و کفر بندوں کا فعل ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اپنے کفر کی حالت میں کون بندہ کفر کرتا ہے، اس کے بعد بندہ جب ایمان لاتا ہے، تو اس کے ایمان کی حالت کو بھی وہ جانتا ہے، اور اسے دوست رکھتا ہے۔ بغیر اس کے کہ اس کے علم وصفت میں کوئی تغیر واقع ہو۔ بندوں کے تمام افعال اور حرکت وسکون اور ان کی تمام کمائیوں کا پیدا کرنے والا حقیقۃً اللہ تعالیٰ ہے، اور وہ سب کے سب اس کی مشیت، اس کے علم اور اس کے قضاء وقدر سے ہیں۔ اور تمام نیکیاں اللہ تعالیٰ کے حکم اس کی محبت ورضا، اس کے علم وارادہ اور اس کے قضاء وقدر سے ثابت ہیں۔ اور تمام بدیاں اس کے علم، اس کے قضاء وقدر اور اس کی مشیت سے ہیں۔ اس کی محبت، اس کی رضا اور اس کا حکم ان سے متعلق نہیں ہے۔

**والأنبياءُ عليهِمُ الصلاةُ والسلامُ كلُّهُم منـزّهونَ عن الصغائرِ والكبائرِ والكفرِ والقبائحِ وقدْ كانتْ منهُم زلاتٌ وخطيئاتٌ، ومحمدٌ رسولُ اللّٰهِ صلى اللّٰهُ عليهِ وعلى ءالهِ وسلمَ، نبيُّهُ وعبدُهُ ورسولُهُ وصفيُّهُ، ولم يعبدِ الصنمَ، ولم يشركْ باللّٰهِ طرفةَ عينٍ قطّ،**

تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، صغائر وکبائر اور کفر وقبائح سے پاک ومنزہ ہیں، اتفاقاً ان سے لغزشیں اور خطائیں صادر ہوئی ہیں۔ اور سید عالم محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے حبیب، اس کے بندے، اس کے رسول، اس کے نبی، اس کے صفی اور اس کے نقی ہیں۔ آپ نے پلک جھپکنے کی برابر کبھی بھی نہ بتوں کی پرستش کی، اور نہ اللہ تعالیٰ کا

شریک گردانا، اور نہ کسی وقت کبھی صغیرہ وکبیرہ کا ارتکاب کیا، صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ، علیہ وعلیہم اجمعین۔

**وأفضلُ الناسِ بعدَ رسولِ اللّٰهِ صلى اللّٰهُ تعالى عليهِ وعلى ءالهِ وسلمَ: أبو بكرٍ الصديقُ رضيَ اللّٰهُ عنهُ، ثم عمرُ بنُ الخطابِ ثمَّ عثمانُ بنُ عفانَ ثم عليُّ بنُ أبي طالبٍ، رضوانُ اللّٰهِ تعالى عليهِم أجمعين. غابرينَ على الحقِّ، ومعَ الحقِّ، كما كانوا نتولاهُم جميعًا. ولا نذكرُ الصحابةُ ( وفي نسخة ولا نذكرُ أحدًا من أصحابِ رسولِ اللّٰهِ) إلا بخيرٍ، ولا نكفرُ مسلمًا بذنبٍ منَ الذنوبِ وإنْ كانتْ كبيرةً إذا لم يستحِلَّهَا، ولا نزيلُ عنهُ اسمَ الإيمانِ ونسمِّيهِ مؤمنًا حقيقةً، ويجوزُ أنْ يكونَ مؤمنًا فاسقًا غيرَ كافرٍ.**

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام لوگوں میں افضل حضرت ابوبکر صدیق، پھر عمر بن خطاب فاروق اعظم، پھر عثمان بن عفان ذوالنورین، پھر علی بن ابی طالب المرتضٰی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ یہ سب کے سب عبادت گزار، اور حق پر ثابت قدم، اور حق کے ساتھ رہنے والے تھے۔ ہم ان سب سے محبت رکھتے ہیں، اور ہم کسی صحابی رسول اللہ کا ذکر خیر کے سواء نہیں کرتے، اور نہ کسی گناح کے سبب کسی مسلمان کی ہم تکفیر کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ گناہ کبیرہ ہو، بشرطیکہ وہ اس گناہ کو حلال نہ جانتا ہو۔ اور اس سے ہم ایمان کے نام کو دور نہیں کرتے، اور ہم ایسے کو حقیقی مومن کا نام دیتے ہیں، اور جائز ہے کہ مومن فاسق غیر کافر ہو۔

والمسحُ على الخفينِ سنةٌ، والتراويحُ في شهرِ رمضانَ سنةٌ. والصلاةُ خَلفَ كلِّ بَرٍ وفاجِرٍ من المؤمنينَ جائزةٌ. ولا نقولُ إنَّ المؤمنَ لا تضُرُهُ الذنوبُ. وإنهُ لا يدخلُ النارَ، ولا إنهُ يخلدُ فيها وإنْ كانَ فاسقًا بعدَ أنْ يخرجَ منَ الدنيا مؤمنًا، ولا نقولُ إنَّ حسناتِنا مقبولةٌ، وسيئاتِنا مغفورةٌ كقولِ المُرجِئَةِ ولكنْ نقولُ المسئلَةُ مُبَيَّنَةٌ مفصّلَةٌ: منْ عَمِلَ حسنةً بشرائِطِها خاليةً عنِ العيوبِ المفسِدَةِ والمعاني المبطِلَةِ، ولم يبطِلْها حتى خرجَ منَ الدُّنيا، فإنَّ اللّٰهَ تعالى لا يُضَيِّعُها بلْ يقبَلُها منهُ ويثيبُهُ عليها. وما كانَ منَ السيئاتِ دونَ الشركِ والكفرِ ولمْ يتبْ عنها حتى ماتَ مؤمنًا فإنّهُ في مشيئةِ اللّٰهِ تعالى إنْ شاءَ عذَّبَهُ، وإنْ شاءَ عفا عنهُ ولم يعذِّبْهُ بالنارِ أبدًا.

خفین چمڑے یا دبیز موٹے موزے پر مسح کرنا سنت ہے، اور ماہ رمضان کی راتوں میں تراویح سنت ہے۔اور ہر نیک وبد مسلمان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔اور ہم نہیں کہتے کہ مسلمان کو معاصی نقصان نہیں پہنچاتے ، اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ گنہگار جہنم میں داخل نہ ہوگا۔اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ جہنم میں ہی رہےگا، اگرچہ وہ فاسق ہو، بشر طیکہ وہ دنیا سے ایمان دار گیا ہو۔اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہماری نیکیاں مقبول ہیں اور ہمارے گناہ مغفور ہیں جیسا کہ مرجیہ کا قول ہے۔لیکن ہم کہتے ہیں کہ جس نے نیک عمل کیااور اس کے تمام شرائط کو بجالایااور وہ فاسد کرنے والے عیوب اور باطل کرنے معانی سے خالی ہیں، اور اسے کفر وردت کے ساتھ باطل نہیں بنایا، یہاں تک کہ دنیا سے مومن ومسلم رخصت ہوا، تواللہ تعالیٰ اس کے عمل نیک کو ضائع نہ فرمائے گا، بلکہ اسے قبول کرکے اس کااجر وثواب اسے عنایت فرمائے گا، شرک وکفر سے نیچے کسی قسم کاگناہ ہو، اور گنہگار مومن ومسلم نے مرتے وقت اس سے توبہ نہ کی ہو، تو وہ اللہ تعالیٰ

کی مشیت وارادہ کے تحت ہے، چاہے وہ اسے جہنم کا عذاب دے اور چاہے اسے اس سے معافی دے، اور سرے سے اسے جہنم کا عذاب ہی نہ دے۔

**والرياءُ إذا وَقَعَ في عملٍ منَ الأعمالِ فإنّهُ يُبْطِلُ أجرَهُ، وكذا العُجْبُ. والآياتُ للأنبياءِ والكراماتُ للأولياءِ حقٌّ. وأما التي تكونُ لأعدائِهِ مثلِ إبليسَ وفِرْعَوْنَ والدجالِ مما رويَ في الأخبارِ أنهُ كانَ لهم فلا نسمّيها ءاياتٍ ولا كراماتٍ، ولكنْ نسمِّيها قَضاءَ حاجاتٍ لهم، وذلكَ لأنَّ اللّٰهَ تعالى يقضِي حاجاتِ أعدائِهِ استدراجًا وعقوبَةً لهم، ويزدادونَ عصيانًا أو كفرًا، وذلكَ كلُّهُ جائزٌ وممكِنٌ.**

ریاء اور نمود جب کسی عمل میں واقع ہو جاتا ہے، تو وہ اس کے اجر کو باطل کر دیتا ہے، اور یہی حال عجب و تکبر کا ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام کے لئے معجزات ثابت ہیں، اور اولیاء کرام کے لئے کرامت حق ہے۔ لیکن وہ خلاف عادت کام جو خدا کے دشمنوں سے صادر ہوئی ہیں، جیسے شیطان، فرعون، دجال وغیرہ سے جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے کہ ان سے ایسے ہوئے اور ان سے ایسے ہوں گے، تو ان کو ہم نہ معجزہ کا نام دیں گے، اور نہ کرامت کہیں گے، بلکہ ہم ان کو ان کے لئے قضاء حاجات کا نام دینگے۔ اور ہمارا یہ نام دینا اس بناء پر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کے لئے دنیا میں بطریق استدراج اور آخرت میں ان کے عذاب کے لئے حاجتوں کو پورا فرماتا ہے، تو وہ اپنے جی میں خوش ہوتے ہیں اور طغیان وکفر میں اور زیادتی کرتے ہیں، اور یہ سب جائز و ممکن ہے۔

**وكانَ اللهُ خالقًا قبلَ أنْ يَخْلُقَ، ورازقًا قبلَ أنْ يَرزُقَ. واللهُ تعالى يُرَى في الآخرَةِ، ويَراهُ المؤمنونَ وهُم في الجنةِ بأعينِ رؤوسِهِم بلا تشبيهٍ ولا كيْفِيَّةٍ ولا جِهَةٍ ولا يكونُ بينَهُ وبينَ خَلقِهِ مسافَةٌ.**

اور اللہ تعالیٰ آفرینش عالم سے قبل خالق، اور عطائے رزق سے قبل رازق تھا۔اور اللہ تعالیٰ آخرت میں اپنا دیدار کرائے گااور تمام مسلمان اس کی رویت سے سرفراز ہوں گے۔درانحالیکہ وہ جنت میں چشم سر سے بلا تشبیہ وبلا کیف دیکھیں گے ، اور اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان دوری نہ ہوگی۔

**والإيمانُ هوَ الإقرارُ والتصديقُ. وإيمانُ أهلِ السماءِ والأرضِ لا يزيدُ ولا ينقُصُ والمؤمنونَ مستوونَ في الإيمانِ والتوحيدِ متفاضلونَ في الأعمالِ. والإسلامُ هو التسليمُ والانقيادُ لأوامِرِ اللهِ تعالى ففي طريقِ اللغةِ فرقٌ بينَ الإيمانِ والإسلامِ ولكنْ لا يكونُ إيمانٌ بلا إسلامٍ، ولا إسلامٌ بلا إيمانٍ، فهما كالظهرِ معَ البطنِ. والدينُ اسمٌ واقعٌ على الإيمانِ والإسلامِ والشرائعِ كلِّها.**

ایمان ،زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنے کا نام ہے۔اور آسمان وزمین والوں کا ایمان، مومن بہ کے اعتبار سے نہ کم ہوتا ہے اور نہ زیادہ۔البتہ یقین وتصدیق کے اعتبار سے کم وزیادہ ہوتا ہے۔تمام مسلمان ، ایمان وتوحید میں سب برابر ہیں۔البتہ اعمال میں متفاضل ہیں۔اور اسلام، اللہ تعالیٰ کے حکموں کے آگے تسلیم وانقیاد کا نام ہے۔لہٰذا لغت کے اعتبار سے ایمان واسلام کے درمیان فرق ہے لیکن ایمان بغیر اسلام کے نہیں

ہوتا۔اور نہ اسلام بغیر ایمان کے پایا جاتا ہے، گویا یہ دونوں ابرہ واستر کی مانند ہیں۔اور دین، ایمان، اسلام اور پوری شریعت کا نام ہے۔

**نعرفُ اللّٰہَ تعالی حقَّ معرفتِهِ کما وصفَ نفسَهُ ولیس یَقْدِرُ أحدٌ أنْ یعبدَ اللّٰہَ تعالی حقَّ عبادتِهِ کما هوَ أهلٌ له. لکنّهُ یعبدُهُ بأمرِهِ کما أمَرَ. ویستوي المؤمنونَ کلُّهُمْ في المعرفةِ والیقینِ والتوکلِ والمحبةِ والرضاء والخوفِ والرجاءِ والإیمانِ، ویتفاوتونَ فیما دونَ الإیمانِ في ذلكَ کلهِ. واللّٰہُ تعالی متفضلٌ علی عبادِهِ، عادلٌ، قدْ یُعطِي منَ الثوابِ أضعافَ ما یستوجِبُهُ العبدُ تفضلاً منهُ، وقدْ یُعاقِبُ علی الذنبِ عدلاً منهُ، وقدْ یَعفو فضلاً منهُ.**

ہم اللہ کو پہچانتے ہیں جیسا کہ اس کی معرفت کا حق ہے۔جس طرح کی اس نے اپنی کتاب (قرآن) میں اپنی ذات کی اپنی تمام صفات کے ساتھ توصیف فرمائی ۔اور کوئی بندہ اس کی قدرت نہیں رکھتا کہ جیسا کہ اس کی عبادت کا حق ہے، اور جس کا وہ مستحق ہے اس کی عبادت کرسکے، لیکن اس کے حکم سے اس کی عبادت کرے، جیسا کہ اس نے اپنی کتاب اور اپنے رسول کی سنت میں حکم دیا۔ تمام مسلمان، معرفت، یقین، توکل، محبت، رضا، خوف، امید اور اس میں ایمان رکھتے میں برابر ہیں۔اور ایمان کے سواء ان سب باتوں میں وہ متفاوت ہیں ۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر فضل فرمانے والاعادل ہے، کبھی وہ اپنے بندہ کے استحقاق سے زیادہ اپنے فضل سے کئی گنا بڑھا کر اسے ثواب عنایت فرماتا ہے۔ اور کبھی گناہ پر اپنے عدل سے عقاب کرتا ہے، اور کبھی اپنے فضل سے معاف فرماتا ہے۔

**وشفاعةُ الأنبياءِ عليهمُ الصلاةُ والسلامُ حقٌ، وشفاعَةُ نبينا صلى اللّٰهُ تعالى عليهِ وعلى ءالهِ وسلمَ للمؤمنينَ المذنبينَ ولأهلِ الكبائرِ منهُم المستوجبينَ للعقابِ حقٌ ثابتٌ. ووزنُ الأعمالِ بالميزانِ يومَ القيامةِ حقٌ، والقِصاصُ فيما بينَ الخصومِ يومَ القيامةِ فإنْ لم يكنْ لهم الحسناتُ، طَرْحُ السيئاتِ عليهِم جائزٌ وحقٌ، وحوضُ النبيِّ صلى اللّٰهُ تعالى عليهِ وسلمَ حقٌ، والجنةُ والنارُ مخلوقتانِ اليومَ لا تفنيانِ أبدًا، واللّٰهُ تعالى يهدِي منْ يشاءُ فضلاً منهُ، ويُضِلُّ منْ يشاءُ عدلاً منهُ، وإضلالُهُ خِذلانُهُ، وتفسيرُ الخِذلانِ: أنْ لا يوَفِّقَ العبدَ إلى ما يرضاهُ منْهُ، وهوَ عدلٌ منهُ، وكذا عقوبةُ المخذولِ على المعصيةِ.**

انبیاء علیہم السلام کی شفاعت حق ہے، اور ہمارے نبی سید عالم ﷺ کی شفاعت، گنہگار مسلمانوں اور ایسے اہل کبائر مسلمانوں کے لئے جو مستوجب عقاب ہیں، حق وثابت ہیں۔اور روز قیامت میزان میں اعمال کا تولنا حق ہے۔اور نبی کریم ﷺ کا حوض حق ہے۔اور جھگڑنے والے لوگوں کے درمیان نیکیوں کے ساتھ بدلہ دینا حق ہے۔اور اگر ان کے پاس نیکیاں نہ ہو، تو ان کے نامۂ اعمال میں نیکیاں شامل کر دینا، حق وجائز ہے۔اور جنت وجہنم دونوں آج بھی پیدا شدہ ہیں، یہ دونوں کبھی ناپید وفنا نہ ہوں گے۔اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں کبھی نہ مریں گی۔اور اللہ تعالیٰ کا عذاب اور اس کا ثواب کبھی فنانہ ہوگا۔اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے اپنے عدل سے قعر ضلالت میں ڈال دیتا ہے اور اس کا قعر ضلالت میں ڈالنا، اس کا چھوڑنا اور خذلان ہے۔اور خذلان کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو

اپنی رضا وخوشنودی کی طرف توفیق نہ دے۔اور یہ اس کا عدل وانصاف ہے۔اسی طرح معاصی پر مخذول پر عقاب کرتا ہے۔

**ولا نقولُ: إنَّ الشيطانَ يسلُبُ الإيمانَ مِنْ عبدِهِ المؤمنِ قهرًا وجبرًا، ولكنْ نقولُ: العبدُ يدَعُ الإيمانَ فإذا ترَكَهُ فحينئذٍ يسلبُهُ منهُ الشيطانُ. وسؤالُ منكرٍ ونكيرٍ في القبرِ حقٌّ، وإعادَةُ الروحِ إلى العبدِ في قبرِهِ حقٌّ. وضغطةُ القبرِ حقٌّ (( للكفارِ ولبعضِ أهلِ الكبائِرِ منَ المسلمينَ )). وعذابُهُ (( أي في القبرِ )) حقٌّ كائنٌ للكفارِ كلِهِم ولبعضِ (( أهلِ الكبائِرِ منْ عصاةِ )) المسلمينَ.**

اور ہم یہ کہنا جائز نہیں رکھتے کہ شیطان بندہ مومن سے ایمان کو جبر وقہر کے ساتھ سلب کر لیتا ہے، لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ بندہ جب ایمان چھوڑ دیتا ہے، تو شیطان اس وقت اس سے ایمان کو لے اڑتا ہے۔منکر نکیر کا سوال حق ہے، جو قبر میں ہوں گے۔اور بندہ کے جسم میں روح کو لوٹانا اس کی قبر میں حق ہے۔اور قبر کا بھیچنا اور اس کا عذاب حق ہے، یہ تمام کافروں اور بعض گنہگار مسلمانوں کے لئے ہے۔

**وكلُّ ما ذكرَهُ العلماءُ بالفارسيَةِ منْ صفاتِ اللّٰهِ تعالى عزتْ أسماؤُهُ وتعالتْ صفاتُهُ فجائزٌ القولُ بهِ، سوَى اليدِ بالفارِسِيّةِ، ويجوزُ أنْ يقالَ ( بُرُوْى خُدَا) بلا تشبيهٍ ولا كيفيةٍ. وليسَ قربُ اللّٰهِ تعالى ولا بُعدُهُ منْ طريقِ طولِ المسافةِ وقِصَرِها ولا ( وفي نسخة ولكن) على معنى الكرامةِ والهوانِ، ولكنْ المطيعُ قريبٌ منهُ بلا كيفٍ، والعاصي بعيدٌ عنهُ بلا كيفٍ. والقُربُ والبُعدُ**

**والإقبالُ يقعُ على المنَاجي. وكذلكَ جِوارُهُ في الجنةِ، والوُقوفُ بينَ يَدَيهِ بلا كيفٍ .**

اور ہر وہ شئی جسے علماء نے فارسی زبان میں صفات باری تعالیٰ عزاسمہ، سے بیان کیا ہے، تو اس کا بولنا جائز ہے۔ سوائے ید کے کہ اسے فارسی میں بولنا جائز نہیں۔ اور جائز ہے کہ روئے خدا عزوجل بغیر تشبیہ و بلا کیف کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے قریب ہونا اور اس سے دور ہونا، باعتبار طول مسافت اور قلّت مسافت نہیں ہے۔ لیکن یہ باعتبار کرامت واہانت ہے۔ اور بندہ مطیع بلا کیف اس سے قریب ہے۔ اور بندہ عاصی بلا کیف اس سے دور ہے۔ اور نزدیکی اور دوری اور سامنے ہونا، مناجات کرنے والے کے لئے بولا جاتا ہے، اور یہی حال جنت میں ہم سائگی، اور اس کے سامنے کھڑے ہونے کے بلا کیف کے ہیں۔

**والقرءانُ منَــزَّلٌ على رسولِ اللّٰهِ وهو في المُصْحَفِ مكتوبٌ، وءاياتُ القرءانِ كلُّهَا في معنى الكلامِ مستويةٌ في الفضيلَةِ والعظَمَةِ. إلا أنَّ لبعضِهَا فضيلَةُ الذكرِ وفضيلَةُ المذكورِ مثلُ ءايةِ الكُرسي. لأنَّ المذكورَ فيها جلالُ اللّٰهِ وعظمتُهُ وصِفَتُهُ، فاجتمعتْ فيها فضيلَتانِ: فضيلةُ الذكرِ، وفضيلَةُ المذكورِ، وفي صفَةِ الكفارِ فضيلَةُ الذِّكرِ فحَسبُ، وليسَ في المذكورِ وهُمُ الكفارُ فضيلةٌ. وكذلكَ الأسماءُ والصفاتُ كُلُّها مستويةٌ في الفضيلةِ والعظمةِ لا تفاوُتَ بينَهُما.**

اور قرآن کریم رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا ہے، اور وہ مصاحف میں مکتوب ہے۔ اور قرآن کی تمام آیتیں کلام کے معنی میں باعتبار فضیلت وعظمت سب برابر ہیں۔ البتہ بعض آیات قرآنیہ کے لئے ذکر کی فضیلت اور مذکور کی فضیلت دونوں مروی ہیں۔ جیسے کہ آیۃ الکرسی۔ کیوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی ہیبت، عظمت اور اس کی صفتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس آیت میں دونوں فضیلتیں یعنی فضیلت ذکر اور فضیلت مذکور مجتمع ہیں۔ بعض آیتوں میں صرف فضیلت ذکر ہے، جیساکہ کفار سے قصے اور اس میں مذکور کے لئے کوئی فضیلت نہیں ہے کیوں کہ وہ کفار ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء وصفات، عظمت وفضیلت میں برابر ہیں، ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

**وقاسمٌ وطاهِرٌ وإبراهيمُ كانوا بَنِي رسولِ اللهِ صلى اللهُ تعالى عليهِ وعلى ءالهِ وسلمَ، وفاطِمَةُ وزيْنَبُ ورُقَيَّةُ وأمُّ كُلثومَ كُنَّ جميعًا بناتِ رسولِ اللهِ صلى اللهُ تعالى عليهِ وعلى ءالهِ وسلمَ ورضيَ عَنْهُنَّ.**

حضرت قاسم، طاہر، اور ابراہیم رضی اللہ عنہم، رسول اللہ ﷺ کے فرزند تھے۔ اور سیدہ فاطمہ، رقیہ، زینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہن، رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں تھیں۔

**وإذا أشكَلَ على الإنسانِ شيءٌ مِنْ دقَائِق علمِ التوحيدِ فينبغِي لهُ أنْ يعتَقِدَ في الحالِ ما هوَ الصوابُ عندَ اللهِ تعالى، إلى أنْ يجِدَ عالـمًا فيسألَهُ، ولا يسعُهُ تأخيرُ الطَلَبِ، ولا يُعْذَرُ بالوقفِ فيهِ، ويَكفُرُ إنْ وَقَفَ.**

اور جب انسان کو علم توحید کے دقائق میں کچھ اشکال پیش آئیں، تو اسے لازم ہے کہ فی الحال اسی پر اعتقاد رکھے جو عند اللہ حق وصواب ہے، یہاں تک کہ جب کوئی عالم مل جائے، تو اس سے دریافت کرلے۔ اور تردد کے وقت طلب میں تاخیر کی گنجائش نہیں ہے۔ اور اس حالت میں توقف کرنا عذر نہیں ہے، اگر توقف کرے تو کافر ہو جاتا ہے۔

**وخَبَرُ المعراجِ حقٌّ، فمَنْ ردَّهُ فهوَ ضالٌّ مبتدِعٌ. وخروجُ الدجالِ، يأجوجَ ومأجوجَ، وطلوعُ الشمسِ منْ مغرِبِها، ونزولُ عيسى عليهِ السلامُ منَ السماءِ، وسائِرِ علامَاتِ يومِ القيامَةِ على ما وَرَدَتْ بهِ الأخبارُ الصحيحةُ حقٌّ كائِنٌ، واللّٰهُ يَهدي مَنْ يشاءُ إلى صِراطٍ مُستقيمٍ.**

اور معراج کا واقعہ حق ہے، اور جو اس کا انکار کرے وہ مبتدع وگمراہ ہے۔ اور دجال کا نکلنا، یاجوج ماجوج کا خروج اور مغرب سے سورج کا طلوع ہونا، اور آسمان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول فرمانا، اور روز قیامت کی تمام وہ نشانیاں جو احادیث صحیحہ میں آئی ہیں، حق ہیں اور ہونے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت فرماتا ہے۔

# وصیت نامہ

# امام اعظم رضی اللہ عنہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

امام اجل واعظم سیدنا ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ عنہ کے اس وصیت نامہ کا ترجمہ ہے جو انہوں نے اپنے اصحاب وتلامذہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے تحریر فرمایا۔ چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو فرمایا، اے میرے بھائیو اور رفیقو! اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق خیر دے، جان لو کہ مذہب حق اہل سنت وجماعت کی بارہ (۱۲) خصلتیں ہیں، جو ان بارہ خصلتوں پر مضبوطی سے قائم رہے گا، وہ کبھی نہ مبتدع ہوگا اور نہ صاحب ہوا۔ تو میرے رفیقو اور ساتھیو! تم پر واجب ہے کہ ان خصلتوں پر ہمیشہ قائم رہو، تاکہ تم ہمارے نبی کریم سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے روز قیامت مستحق ہو۔

**فصل اول**: پہلی خصلت ایمان ہے، جو زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنے کا نام ہے۔ صرف زبانی اقرار کا نام ایمان نہیں ہے، اس لئے کہ اگر زبانی اقرار ہی کا نام ایمان ہوتا تو یقینا تمام منافقین مومن ہوتے۔ اسی طرح صرف دل سے جاننے کا نام ایمان نہیں ہے، اس لئے کہ اگر دل سے جاننے کا نام ایمان ہوتا، تو یقینا تمام اہل کتاب ایماندار ہوتے ۔ اللہ تعالیٰ منافقین کے بارے میں فرماتا ہے: وَ اللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱﴾ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک منافقین بلاشبہ جھوٹے ہیں اور اہل کتاب کے بارے میں فرماتا ہے: اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ { وہ

نبی کو خوب جانتے ہیں، جس طرح کہ وہ اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں } ۔اور ایمان میں کمی وزیادتی نہیں ہوتی، اس لئے کہ ایمان میں زیادتی اس کے سواء متصور ہی نہیں کہ کفر کی کمی ہو اور ایمان میں کمی اس کے سواء متصور ہی نہیں کہ کفر کی زیادتی ہو۔لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص ایک ہی حالت میں حقیقۃً مومن بھی ہو اور کافر بھی۔ اور مومن کے ایمان میں شک نہیں ہے، جس طرح کہ کافر کے کفر میں شک نہیں ہے۔ چنانچہ حق تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۔ { وہ لوگ مومن برحق ہیں } اور اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا {یہ لوگ حقیقۃً کافر ہیں } ۔ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے گنہگار لوگ، حقیقی مسلمان ہیں اور کافر نہیں ہیں۔

**فصل دوم**: دوسری خصلت علم ہے، عمل ایمان کے سواء ہے۔اور ایمان عمل کے سواء ہے،اس کی دلیل یہ ہے کہ بسااوقات مومن سے عمل مرتفع ہو جاتا ہے۔اس وقت یہ کہنا صحیح نہیں کہ ایمان اس سے مرتفع ہو گیا، جس طرح کہ حیض والی عورت کے ذمہ سے نماز مرتفع ہو جاتی ہے۔اور یہ کہنا اس کے بارے میں جائز نہیں کہ اس سے ایمان مرتفع ہو گیا، یا یہ کہ ترک ایمان کے سبب اس سے نماز بعد میں ادا کرنے کے لئے مئوخر کر دی گئی۔ بلاشبہ نبی کریم ﷺ نے حیض والی عورت کے لئے فرمایا: **روزے چھوڑ دے بعد میں اس کی قضاء کر لینا**۔ اور یہ کہنا جائز نہیں کہ ایمان چھوڑ دے بعد میں اس کی قضاء کر لینا۔اور یہ کہنا جائز ہے کہ فقیر پر زکاۃ واجب نہیں ہے،اور یہ کہنا جائز نہیں کہ فقیر پر ایمان واجب نہیں ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ تقدیر خیر وشر، اللہ

تعالیٰ کی جانب سے نہیں ہے، تو وہ یقینا اللہ تعالیٰ کا کافر ہے۔اور اگر وہ توحید کا اقراری ہے، تو اس کی توحید باطل ہو گئی۔

**فصل سوم**: تیسری فضیلت یہ ہے کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ بندوں کے تمام عمل تین قسم کے ہیں، فریضہ، فضیلۃ اور معصیت۔لہٰذا اعمال فریضہ تو اللہ تعالیٰ کے امر، اس کی مشیت، اس کی محبت، اس کی رضا، اس کی قضاء وقدر، اس کے ارادہ، اس کی توفیق، اس کی تخلیق، اس کے حکم، اس کے علم، اور لوح میں اس کے لکھنے سے ہے۔اب رہے اعمال فضیلۃ تو وہ اللہ تعالیٰ کے امر سے نہیں ہیں، لیکن اس کی مشیت، اس کی محبت، اس کی رضا، اس کی قضاء، اس کی تقدیر، اس کی توفیق، اس کی تخلیق، اس کے ارادہ، اس کے حکم، اس کے علم اور لوح محفوظ میں اس کے لکھنے سے ہے۔اب ہے معصیت، تو وہ اللہ تعالیٰ کے امر سے نہیں ہیں، لیکن اس کی مشیت سے ہیں، اس کی محبت سے نہیں ہیں، اس سے اس کی قضاء اور اس کی رضا متعلق نہیں، اس کی تقدیر سے ہیں، اس کی توفیق سے نہیں۔ یہ اس کے خذلان کے سبب ہے، اس سے اس پر مؤاخزہ کیا جائے گا۔ اس لئے کہ اس کے علم اور لوح محفوظ میں اس کے لکھنے سے ہے۔

**فصل چہارم**: چوتھی خصلت یہ کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پہ مستوی ہے۔ بغیر اس کے کہ اسے اس کی ضرورت اور اس پر اسے استقرار کی حاجت ہو، وہ عرش اور ماسوائے عرش کا حافظ ونگہبان ہے، تو اگر وہ محتاج ہوتا تو تمام عالم کو پیدا نہ کر سکتا۔اور نہ اس کی تدبیر کر سکتا۔ جیسا کہ مخلوق کا حال ہے، اور اگر وہ جلوس اور قرار کا

محتاج ہوتا، تو عرش کی تخلیق سے پہلے وہ کہاں تھا؟ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ومنزہ ہے، اس ذات بہت برتر وبالا ہے۔

**فصل پنجم**: پانچویں خصلت یہ ہے کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ قرآن کریم، اللہ تعالیٰ کا کلام ، اس کی وحی، اس کا زل کردہ اور اس کی صفت ہے۔ نہ اس کا عین ہے، نہ اس کا غیر، بلکہ وہ علی التحقیق اس کی صفت ہے۔ یہ قرآن مصاحف میں لکھا ہوا، زبانوں پر جاری، دلوں میں بغیر حلول کے محفوظ ہے۔ اور حروف، سیاہی، کاغذ اور کتابت سب کی سب مخلوق ہیں، اس لئے کہ یہ بندوں کے اعمال ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے۔ اس لئے کہ کتابت، حروف، کلمات، آیتیں، سب کے سب قرآن کے آلہ واسباب ہیں، کیوں کہ بندے قرآن کے پڑھنے میں ان اسباب آلات کے محتاج ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا کلام اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ اور اس کے معنی ان ذرائع سے سمجھے جاتے ہیں تو جو یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام مخلوق ہے، تو وہ کافر اور اللہ کا منکر ہے۔ اللہ تعالیٰ معبود ہے، ہمیشہ رہنے والا ہے، جیسا کہ پہلے سے ہے۔ اور اس کا کلام بندوں کی زبانوں پر جاری ہے، لکھا ہوا اور محفوظ ہے، بغیر اس کے کہ اس کی ذات سے وہ زائل ہو۔

**فصل ششم**: چھٹی خصلت یہ ہے کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق، پھر حضرت عمر فاروق، پھر حضرت عثمان ذوالنورین، پھر حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہم اجمعین

ہیں۔اس لئے کہ حق تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ وَ السّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿۱۰﴾ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۱۱﴾ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۱۲﴾

اگلے لوگ آگے ہیں، وہی لوگ جنت کے باغوں میں مقربین بارگاہ ہوں گے، جو پہلے ہیں وہ افضل ہیں اور ہر پرہیزگار مسلمان ان سب سے محبت رکھتا ہے، اور ہر بدبخت منافق ان سے بغض وعداوت رکھتا ہے۔

**فصل ہفتم**: ساتویں خصلت یہ ہے کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ بندے اپنے اعمال اپنے اقرار اور اپنی معرفت کے ساتھ پیدا کئے گئے ہیں۔پھر جب کہ یہ کرنے والے اپنے افعال کے ساتھ پیدا کئے گئے ہیں، تو بطریق اولیٰ وہ فقط مخلوق ہی ہوں گے، اور کسی قسم کی ان کو طاقت نہ ہوگی۔ کیوں کہ وہ سب کمزور وعاجز ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو پیدا کرنے والا ان کا رازق ہے، جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا: اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ ثُمَّ رَزَقَکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ اللہ نے تم کو پیدا کیا پھر وہ تم کو موت دے گا پھر تم کو زندہ کرے گا۔ علم کے ذریعہ کمائی حلال ہے، اور حلال طریقہ سے مال جمع کرنا حلال ہے۔اور حرام طریقہ سے مال اکٹھا کرنا حرام ہے۔

لوگ تین طرح کے ہیں۔ایک مومن جو اپنے ایمان میں مخلص ہیں، دوسرے کافر جو اپنے کفر میں جحود کرتا ہے۔ تیسرے منافق، جو اپنے نفاق میں مداہنت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر عمل فرض کیا ہے، اور کافروں پر ایمان اور منافقوں پر اخلاص

فرض کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَآیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ اس کے معنی ہیں، اے مسلمانوں عمل نیک کرو،اور فرمایا: اے کافروں ! ایمان لائو۔اور اے منافقوں خلوص برتو۔

**فصل ہشتم**: آٹھویں خصلت یہ ہے کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ استطاعت فعل کے ساتھ ہے، نہ کی فعل سے پہلے اور نہ فعل کے بعد۔ اس لئے کہ اگر فعل سے پہلے ہو تو بلاشبہ بندہ فعل کے وقت، اللہ سے مستغنی و بے پروا ہو جائے۔اور یہ نص کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَ اللّٰہُ الْغَنِیُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ۔ اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو۔ اور اگر فعل کے بعد ہو، تو بلاشبہ بغیر استطاعت کے فعل کا حصول محال ہے۔

**فصل نہم**: نویں خصلت یہ ہے کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ چرمی یا ثخنین موزوں پر مقیم کے لئے ایک دن ایک رات کے لئے ،اور مسافر کے لئے تین دن اور تین راتوں کے لئے مسح کرنا جائز ہے۔اس لئے کہ حدیث میں ایسا ہی وارد ہوا ہے، تو جو اس کا انکار کرے تو اس پر کفر میں مبتلاء ہونے کا خوف ہے۔ اس لئے کہ یہ حدیث متواتر سے ثابت ہے۔ اور سفر کی حالت میں نماز میں قصر یعنی چار رکعت والی فرض نماز کو دو (۲) رکعت پڑھنا، اور روزہ کا افطار کرنا نص قرآنی سے اجازت ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے : وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ ★جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم نماز میں قصر کرو۔ اور افطار کے بارے

میں فرمان الٰہی ہے کہ : فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ تو جو تم میں بیمار ہو، یا سفر میں ہو، تو دوسرے دنوں میں اتنے ہی دن کے روزے کی قضا ہے۔

**فصل دہم** : دسویں خصلت یہ ہے کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قلم کو لکھنے کا حکم فرمایا۔ اس پر قلم نے عرض کیا اے میرے رب میں کیا لکھوں ؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کو لکھ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾ جو کچھ یہ کرتے ہیں کتابوں میں لکھا ہوا ہے، اور سب چھوٹے بڑے عمل لکھے ہوئے ہیں۔

**فصل یازدہم**: گیارویں خصلت یہ ہے کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ عذاب قبر یقینا ہونے والا ہے ،اور منکر و نکیر کے سوال حق ہیں، کیوں کہ احادیث میں وارد ہے۔ اور جنت و نار حق ہیں ، اور یہ دونوں پیدا شدہ ہیں ، ان دونوں کے لئے فنا نہیں ، کیوں کہ حق تعالیٰ نے فرمایا: أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ﴿۱۳۳﴾ جنت متقیوں کے لئے تیار کر دی گئی ہے ، اور نار جہنم کے لئے فرمایا: أُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ﴿۲۴﴾ کافروں کے لئے جہنم بنادی گئی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے جنت و دوزخ کو ثواب و عقاب کے لئے پیدا فرمایا ہے۔اور میزان حق

ہے، کیوں کہ حق تعالیٰ نے فرمایا:اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴿۱۴﴾ اپنا نامۂ اعمال پڑھ لو، تمہارے حساب کو یہ کافی ہے۔

**فصل دوازدہم**: بارہویں خصلت یہ ہے کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان جانوں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا۔ اور ان کو اس دن اٹھائے گا جس کی مقدار پچاس (۵۰) ہزار برس ہے۔ تاکہ جزاء وثواب اور ادائے حقوق ہو۔ حق تعالیٰ نے فرمایا : وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِى الْقُبُوْرِ ﴿۷﴾

بلاشبہ جو قبروں میں ہیں، اللہ ان کو اٹھائے گا۔اور اہل جنت کے لئے بلاکیف و تشبیہ وجہت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ اور سید عالم محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت ہر اہل جنت کے لئے ، اگرچہ گناہ کبیرہ رکھتا ہو، حق ہے۔اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے بعد سارے جہان کی عورتوں سے افضل ہیں۔ وہ تمام مسلمانوں کی ماں (ام المومنین) اور بدی سے پاک اور ستھری ہیں ۔ اور اہل جنت ، جنت میں ہمیشہ ہمیشہ ، اور اہل نار دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے مسلمانوں کے حق میں فرمایا: اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴿۸۲﴾

یہی لوگ اہل جنت ہیں اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور کافروں کے بارے میں فرمایا: اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴿۳۹﴾ یہی لوگ دوزخی ہیں ، اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔